دینی علمی فکری ثقافتی

ماهنامہ

7

الایمان

ربیع الاول۱۴۳۵ھ مطابق جنوری 2014ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

* جوان قرآن کریم کی نگاہ میں

* خدا کی وحدانیت

* نماز انسان کو بیدار کرتی ہے

* امتحان میں نقل لگانا فقہ کی نظر میں

* حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء (ص) کی ولادت باسعادت

* نہج البلاغہ میں عبادت کی اقسام

وحدت اسلامی کا علمبردار دینی، علمی، فکری اور ثقافتی مجلّہ الایمان

مدیر: مولانا کاظم رضا

ناشر: ادارہ الایمان

رابطہ: ضلع اٹک، تحصیل جنڈ، جھمٹ۔

03465096288

Razakazim13@yahoo.com

جوان قرآن کریم کی نگاہ میں

" اِذ اَوَی الفِتیۃ اِلَی الکَھفِ فقالُوا رَبّنا اِتنا مِن لَدُنکَ رَحمَۃً وَ ھیئ لَنا مِن أمرنا رَشَداً"[کھف/ ۱۰] جبکہ کچھ جوانوں نے غار میں پناہ لی اور یہ دعا کی کہ پروردگار ہم کو اپنی رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام میں کامیابی کا سامان فراہم کردے۔

جوان کسے کہتے ہیں؟

قرآن کریم میں دومرتبہ (اور دونوں مرتبہ سورہ کھف میں) لفظ فتیہ (جوان) استعمال ہوا ہے۔ایک روایت میں بھی اس طرح بیان ہوا ہے کہ: امام صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے سوال کیا کہ تمہاری نظر میں "فتی" کے کیا معنی ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا: جوان۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، "فتی" سے مراد مؤمن ہے۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اصحاب کھف سن رسیدہ تھے لیکن خدا نے انہیں ان کے ایمان کی بدولت جوان کہا ہے۔ اس بنا پر قرآن کی نگاہ میں سن وسال اور بازو کی طاقت کے مالک انسان کو جوان نہیں کہا جاتا، بلکہ جوانی ایمانی طاقت کا نام ہے۔

پیغامات

۱۔نوجوان کی توانائی، راہ حق میں قربانی ادا کرنے، حقیقت کو غیر حقیقت پہ ترجیح دینے، صحیح عقیدہ کی پہچان کرنے، اور دنیاوی لذتوں کو ترک کرنے میں پوشیدہ ہے۔

۲۔فتنہ وفساد برپا ہوتے وقت قابل اطمینان جگہ کو اپنی پناہ بنانا چاہئے۔

۳۔ مشکلات کے وقت صرف خداوند متعال سے راز و نیاز ہونا چاہئے۔ (قالواربّنا)

۴۔جب خدا کی جانب نجات انسان کے شامل حال ہو جائے تو اسے فراموش نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہمیشہ اس کی بارگاہ میں عفو ورحمت کے لئے ہاتھوں کو بلند کرنا چاہئے۔

۵۔مؤمن،ظاہری اسباب وذرائع فراہم ہونے کے باوجود ان سے لگاؤ نہیں رکھتا بلکہ وہ صرف خدا کی رحمت کاامیدواراوراس کی قدرت پہ تکیہ کرتا ہے۔

۶۔جوان صرف اسی صورت میں خدا کو پاسکتا ہے جب تمام جھوٹے معبودوں کی نفی کرے اور اپنے آپ کوان سے دور رکھے۔

۷۔جوان ہمیشہ حقیقت طلب ہونا چاہئے۔(وَہیِّئ لَنا مِن اَمرِنا رَشَداً)۔

۸۔سماجی مسائل سے نوجوان کو غافل نہیں رہنا چاہئے،بلکہ صحیح معنی میں حق کو باطل سے پہچاننے کی کوشش کرے(جیساکہ اصحاب کھف نے باطل معاشرے سے دوری اختیار کرتے ہوئے غار میں پناہ لی)۔

۹۔جوان آلودہ فضا میں زندگی بسر کرنا پسند نہیں کرتا بلکہ ہجرت کے ذریعہ فاسد معاشرے سے اپنے آپ کو نجات دیتا ہے۔

۱۰۔اہل حق وحقیقت ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہیں۔

خدا کی وحدانیت

اس کائنات میں اللہ تعالی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے اور ان تمام انبیاء نے انسان کو اللہ کی پہچان کرائی اور انسان کو اللہ کی وحدانیت سے آگاہ کیا۔ تمام انبیاء کی تعلیمات کا بنیادی محور عقیدہ توحید ہی رہا؛ توحید کا مطلب صرف ایک اللہ کو رب ماننا، اسی کی عبادت کرنا اور اسکے اسماء وصفات میں کسی کو شریک نہ سمجھتے ہوئے ان تمام ناموں اور صفتوں کو اکیلے اللہ کے لیے ثابت کرنا ہے۔ توحید سب سے بڑی نیکی ہے، اسی لیے اس کو اپنانے سے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے جو انسان کی تمام نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے، اللہ تعالی نے اس بات کی وضاحت یوں فرمائی ہے: " (میرا حبیب) یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلا شبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا، بلکہ تو اللہ کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا"۔ (سورۃ الزمر آیت 65- 66)

شرک توحید کی ضد ہے اور اس کا مطلب ہے ربوبیت یا عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، نیز اللہ کے ناموں اور صفتوں میں کسی کو ساجھی بنانا بھی شرک ہے۔ یہی نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی اور ناکامی توحید اور شرک پر موقوف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے : "جو شخص شرک سے پاک ہو کر اللہ تعالی سے ملے گا، وہ جنت میں جائے گا اور جو شرک کی حالت میں اللہ تعالی سے ملے گا، جہنم میں داخل ہوگا"۔

نماز انسان کو بیدار کرتی ہے

انسان کا ذہن ہر وقت روزمرہ کے مسائل میں الجھا رہتا ہے جب کہ اس کی فکر مختلف امور میں مصروف و مشغول رہتی ہے. شاہد ہی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کبھی اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو یا کبھی اسے خیال ہو کہ میری زندگی کا کیا مقصد ہے یا کبھی وہ اپنا حساب کرے کہ میری زندگی کے لحات جو گزر گئے وہ کیسے گزرے اور یہ جو دن گزر رہے ہیں ان میں کیا تیاری کر رہا ہوں. چنانچہ ہماری زندگی میں کتنے ہی ایسے دن ہیں جو اپنے انجام یعنی رات کی تاریکی میں گم ہو جاتے ہیں اور دوسرا دن اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ دن و رات دوڑ میں ہفتے اور مہینے گزر جاتے ہیں اور انسان کی زندگی سالوں کے گرد و غبار میں مٹتی چلی جاتی ہے اور انسان یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ کب صبح ہوئی اور کب شام؟ کتنی باطل پرستی ہے کہ انسان ان باتوں کا احساس بھی نہیں کرتا اور وقت گزرتا جا رہا ہے۔

نماز ایک گھنٹی ہے جو زندگی کے عظیم مقصد سے غافل انسان کو بیدار کرنے کا کام انجام دیتی ہے، نماز انسان کو دن و رات کے مختلف اوقات میں بیدار کرتی ہے اور اس کی زندگی کو بہتر طور پر گزارنے کا پروگرام دیتی ہے. نماز انسان سے یہ کہتی ہے کہ تم یہ عہد کرو کہ مجھے تمام کمالات حاصل کرنے ہیں۔ نماز انسان کو متوجہ کرتی ہے کہ تمہارے دن اور رات بیکار نہیں ہیں۔ یہ نماز ہی ہے جو انسان کو اس کے گذرے ہوئے لحات کا حساب کرنے پر آمادہ کرتی ہے ایسی زندگی کہ جس میں انسان مادی مسائل اور ہنگاموں میں پھنسا رہتا ہے اور اسے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ زمانہ اپنا سفر کتنی تیزی سے طے کر رہا ہے اور وقت کی چکی میں اس کی زندگی کے شب و روز پس پس کر اس کی زندگی کو ختم کر رہے ہیں۔ نماز انسان کو متوجہ کرتی ہے اور اسے سمجھاتی ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک اور دن رات کی تاریکی میں گم ہو گیا جو کبھی پلٹنے والا نہیں اور ایک نئے دن کا آغاز ہو گیا کہ معلوم نہیں کہ تم اس کا انجام دیکھ سکو گے یا نہیں نماز ہی انسان کو خواب غفلت سے جھنجھوڑتی ہے کہ تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے ہو بلکہ تمہارے کندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری اور عہدہ ہے تمہیں اہم ترین کام انجام دینے ہیں لہٰذا تم اپنا وقت برباد مت کرو. نماز ہی انسان کو ہوشیار کرتی ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک بڑا حصہ بیکار گزر چکا ہے تو اب جو تمہاری عمر باقی ہے تمہیں چاہئیے کہ اپنے مقصد کے حصول تک جد و جہد میں لگے رہو۔

امتحان میں نقل لگانا فقہ کی نظر میں

(حضرت آیہ اللہ العظمی سیستانی کے فتوی کے مطابق)

سوال :امتحان میں نقل مارنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :جایز نہیں ہے۔

سوال :اگر نقل مار کر کوئی ایسی ڈگری حاصل کی ہو جو زندگی میں اثر انداز ہو تو اس صورت میں ہمارا وظیفہ کیا ہے؟

جواب :اس ڈگری سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر اس کام میں آپ مہارت نہ رکھتے ہوں جو آپ کو دیا جا رہا ہے تو اس کام کا کرنا جایز نہیں ہے۔

سوال :کیا امتحان میں کی جانے والی نقل حرام ہے؟

جواب : نقل مطلّقا جایز نہیں ہے۔

سوال :کیا امریکا اور یوروپ کے سرکاری و غیر سرکاری بشمول اسلامی و غیر اسلامی اسکولوں میں نقل کی جا سکتی ہے؟

جواب : نقل کرنا مطلّقا کسی بھی جگہ اور کسی بھی طرح سے جایز نہیں ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء (ص) کی ولادت باسعادت

ولادت باسعادت : آپ کے نور وجود کی خلقت ایک روایت کی بنیاد پر حضرت آدم کی تخلیق سے ۹ لاکھ برس پہلے اور دوسری روایت کی بنیاد پر ۴۔ ۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی، آپ کا نور اقدس اصلاب طاہرہ، اور ارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب صلب جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا تو آپ کا ظہور و شہود بشکل انسانی میں بطن جناب "آمنہ بنت وہب" سے ۱۷ ربیع الاول اعام الفیل یوم جمعہ بوقت مکہ معظّمہ میں ہوا۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۴)

آپ کی پرورش و پرداخت اور آپ کا بچپنا: آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کے والد "عبداللہ" کا انتقال ہو گیا. آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا "عبدالمطلب" کا ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے بڑے چچا جناب ابوطالب اور آپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسد نے فرائض تربیت اپنے اوپر عائد کئے۔ اور اس شان سے تربیت کی کہ دنیا نے آپکی ہمدردی اور خلوص کا لوہا مان۔

جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی : جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی اور آپ کے حسن سیرت، آپ کی راستبازی، صدق اور دیانت کی عام شہرت ہو گئی اور آپ کو صادق و امین کا خطاب دیا جا چکا تو جناب خدیجہ بنت خویلد نے جو انتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اور خاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں ایسے حال میں اپنی شادی کا پیغام پہنچایا جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی پیغام عقد منظور ہوا اور حضرت ابوطالب نے نکاح پڑھا۔ حضرت ابوطالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا تھا اس کی ابتداء اس طرح تھی۔ " تمام تعرفیں اس خدائے واحد کے لئے ہیں جس نے ہمیں نسل ابراہیم اور ذریت اسماعیل سے قرار دیا ہے" (یعقوبی ج ۲ ص ۱۶ طبع نجف اشرف)

آپ کی بعثت: آپ کی عمر چالیس سال ایک یوم تھی آپ ۲۷ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے حیات القلوب کتاب المنتقی، مواہب اللدنیہ) اسی تاریخ کو نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلان رسالت و وزارت: بعثت کے بعد آپ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آگیا تو آپ نے اپنے کنبے والوں کو کھانے کی دعوت دی اور کھانے کے بعد اسلام کی دعوت دی۔

معراج: ۲۷ رجب ۱۲ بعثت کی رات کو خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیج کر براق کے ذریعہ آنحضرت صلعم کو "قاب قوسین" کی منزل پر بلایا اسی مبارک سفر اکو "معراج" کہا جاتا ہے۔

ہجرت مدینہ :یکم ربیع الاول بعثت کے چودویں سال جمعرات کے دن رات کے وقت قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۱۲ ربیع الاول یوم جمعہ کو غار ثور میں پہنچے اتوار ۱۴ ربیع الاول تک غار میں رہے آخر آپ معمولی راستہ چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے کنارے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان :حضرت رسول کریم (ص) ۱۰ ء ہجری کو حج سے فراغت کے بعد مدینہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے جحفہ کے قریب مقام غدیر پر پہنچتے ہی آیہ بلغ کا نزول ہوا آپ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ فرمایا اس کے بعد حضرت علی کو اپنے نزدیک بلا کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور فرمایا" من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ جس کا میں مولاہ ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا اس کے بعد حضرت جبرئیل نے اکمال دین اور اتمام نعمت کی خوشخبری سنائی۔

ازواج: چند کنیزوں کے علاوہ جنہیں ماریہ اور ریحانہ بھی شامل تھیں آپ کے گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجۃ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا آنحضرت کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ خدیجۃ الکبری ۲۔ سودہ ۳۔ عائشہ ۴۔ حفصہ ۵۔ زینب بنت خزیمہ ۶۔ ام سلمہ ۷۔ زینب بنت جحش ۸۔ جویریہ بنت حارث ۹۔ ام حبیبہ ۱۰۔ صفیہ ۱۱۔ میمونہ

اولاد: آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جناب ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے سب بچے حضرت خدیجۃ کے بطن سے تھے حضور کی اولاد کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت قاسم طیب : آپ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

۲۔ جناب عبداللہ : جو طاہر کے نام سے مشہور تھے بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳۔ جناب ابراہیم : ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہرا : آپ پیغمبر اسلام کی اکلوتی بیٹی تھیں آپ کے شوہر حضرت علی اور بیٹے حضرت امام حسن اور امام حسین تھے آں جناب کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اور ان ہی کے ذریعہ سے رسول خدا کی نسل بڑھی اور آپ کی اولاد کا سیادت کا شرف نصیب ہوا اور وہ قیامت تک "سید" کہی جائے گی۔

رحلت: رسول کریم (ص) نے ۲۸/ صفر ۱۱ء ہجری ظاہری خلعت حیات اتار دیا. وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی

نہج البلاغہ میں عبادت کی اقسام

امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے اندر عبادت کرنے والوں کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں۔

''اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَغْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ التُّجَّارِ وَ اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَہْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْعَبِیْدِ، وَ اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ شُکْراً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الأَحْرَارِ''۔[نہج البلاغہ، حکمت ۲۳۷]

"کچھ لوگ خدا کی عبادت انعام کے لالچ میں کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ خدا کی عبادت خوف کی وجہ سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ خدا کی عبادت خدا کا شکر بجالانے کے لئے کرتے ھیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے"۔

اس فرمان میں امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے عبادت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم :تاجروں کی عبادت

فرمایا: ''اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَغْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ التُّجَّارِ ...''

یعنی کچھ لوگ رغبت اور انعام کے لالچ میں خُدا کی عبادت کرتے ہیں۔امام ع فرماتے ہیں یہ حقیقی عبادت نہیں ہے بلکہ یہ تاجر لوگوں کی طرح خدا سے معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ جیسے تاجر حضرات کا ہم و غم فقط نفع اور انعام ہوتا ہے۔ کسی کی اہمیت اُس کی نظر میں

نہیں ہوتی۔اسی طرح یہ عابد جو اس نیت سے خدا کے سامنے جھکتا ہے در اصل خدا کی عظمت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ فقط اپنے انعام کے پیش نظر جھک رہا ہوتا ہے۔

دوسری قسم :غلاموں کی عبادت

''وَ اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَہْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْعَبِیْدِ''۔

امام فرماتے ہیں کچھ لوگ خدا کے خوف سے اس کی بندگی کرتے ہیں یہ بھی حقیقی عبادت نہیں ہے بلکہ غلاموں کی عبادت ہے جیسے ایک غلام مجبوراً اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔اُس کی عظمت اس کی نظر میں نہیں ہوتی۔یہ عابد بھی گویا خدا کی عظمت کا معترف نہیں ہے بلکہ مجبوراً خدا کے سامنے جھک رہا ہے۔

تیسری قسم : حقیقی عبادت

''وَ اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ شُکْراً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الاَحْرَارِ''۔

امام فرماتے ھیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی عبادت اور بندگی اُس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بجالاتے ہیں۔فرمایا : یہ حقیقی عبادت ہے۔چونکہ یہاں پر عبادت کرنے والا اپنے منعم حقیقی کو پہچان کر اور اُس کی عظمت کا معترف ہو کر اُس کے سامنے جھک جاتا ہے۔جیسا کے کوئی عطیہ اور نعمت دینے والا واجب الاکرام سمجھا جاتا ہے۔اور تمام دنیا کے عاقل انسان اُس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔اسی عقلی قانون کی بناپر امام علیہ السلام فرماتے ھیں جو شخص اُس منعم حقیقی کو پہچان کر اُس کے سامنے جھک جائے۔اسی کو عابد حقیقی کہا جائے گا۔اور یہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے۔

This document was created with Win2PDF available at http://www.daneprairie.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.